دار الافتاء

السوال

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مفتی صاحب! امید ہے آپ خیریت سے ہونگے، آپ سے چند اہم مسائل سے متعلق استفسار مطلوب تھا،

(۱) یمین، نذر اور تعلیق میں احناف کیلئے مسلک غیر پر کب فتوی دینا جائز ہے؟ موجودہ حالات میں کم علمی یا حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے لوگ ایسی قسمیں کھا لیتے ہیں، جن کا پورا کرنا انکے لئے ممکن نہیں ہوتا، جیسے کسی کے قتل کی قسم کھالی یا کوئی ایسی قسم کھالی جسکا پورا کرنا اس کے بس کی بات نہیں، بسا اوقات ایسی نذر مان لیتے ہیں کہ جس سے وہ عاجز آجاتے ہیں جیسے کوئی نذر مان لیتا ہے کہ اگر میرے بیٹے کو نوکری مل جائے تو پوری زندگی ہر ماہ دس روزے رکھونگا یا کسی نے یوٹیوب چینل کھولا اور یہ نذر مان لی کہ میرے جتنے سبسکرائبرز ہونگے تو اتنی تعداد میں نوافل پڑھوں گا، اب سبسکرائبرز ہزار ہو گئے تو اب وہ نذر پوری کرنے سے عاجز ہے (بسا اوقات سبسکرائبرز دس ہزار اور لاکھ سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں)، بسا اوقات ایسی تعلیق کر لیتے ہیں جس کو پورا کرے تو طلاق ہو جائیگی، اور اگر نہ پورا کرے تو رجوع نہیں ہے، جیسے شوہر نے بیوی سے جھگڑے میں کہا کہ اگر تم نے اپنے والد یا بیٹے کے گھر میں قدم رکھا تو تجھے طلاق، کچھ دن بعد جھگڑا ختم ہو جاتا ہے لیکن اب بیوی پھنس گئی کہ والد یا بیٹے کے گھر قدم نہیں رکھ سکتی ورنہ طلاق ہو جائے گی۔

تو مفتی صاحب! ان حالات میں کیا اس طرح کی نذر، قسم اور تعلیق میں رجوع کی یا مسلکِ غیر پر فتوی دے کر کچھ تخفیف پیدا کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ مندرجہ بالا مثالیں حقیقت پر مبنی ہیں، ان دنوں اس قسم کے بہت سے مسائل پیش آرہے ہیں۔

۲) موجودہ حالات میں کیا مذکورہ بالا مسائل میں کچھ نظرِ ثانی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ جبکہ حالات بہت سخت ہیں، امت کافی پریشان ہے اور کم علمی میں ایسی چیزوں کو کر بیٹھتی ہے جن کو پورا کرنا ان کیلئے ممکن نہیں ہوتا۔

اب مفتی صاحب! کیا اس پر ائمہ اربعہ کی آراء اور موجودہ دور میں ان مسائل میں مسلکِ غیر پر فتوی دینے کی اجازت ہوگی؟ کیا ہر ایک کے حالات پر محمول کرتے ہوئے فتویٰ دیا جائیگا؟

الجواب بعون الملك الوهاب

عہدِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ دستور تھا کہ عامی (غیر مجتہد) افراد اپنے ضروری مسائل کیلئے علماء (مجتہدین) سے رجوع کرتے تھے اور ان سے فتوی لیا کرتے تھے، کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص مجتہد نہیں ہوتا وہ ادلہ شرعیہ سے احکامِ شرعیہ کا استنباط واستخراج نہیں کرسکتا، لہٰذا لامحالہ اسے کسی ایسے شخص سے رجوع کرنا ہوگا جو ان مسائل کے احکام سے واقف ہو، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورة النحل، رقم الآية: ۴۳)

ترجمہ: اب اگر تم کو یہ بات معلوم نہیں تو جو علم والے ہیں ان سے پوچھ لو (آسان ترجمہ قرآن)

اور پھر جب مفتیِ مجتہد کے علم وتقوی پر اعتماد ہوتا تھا تو سائل ومستفتی اسکے قول پر اس سے دلیل کا مطالبہ نہیں کرتا تھا، اسی کو

CamScanner

دارالافتاء

اصطلاح میں تقلید کہتے ہیں کہ کسی مجتہد کے قول پر دلیل جانے بغیر اور دلیل کا مطالبہ کئے بغیر عمل کرنا لیکن چونکہ خیر القرون میں مذاہب فقہیہ کسی خاص شکل اور کسی خاص نظم کے ساتھ مدون ہو کر لوگوں میں متعارف ومتداول نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی اس بات کا اندیشہ تھا کہ کوئی انسان مختلف مذاہب کے اقوال میں سے محض اپنی خواہش نفس کی بناء پر ان اقوال کو لے لے جو اسکی طبیعت وخواہش کے موافق ہوں اسلئے اُس پاکیزہ دور میں لوگ تقلیدِ شخصی نہیں کیا کرتے تھے یعنی کوئی شخص کسی ایک مجتہد کے مذہب پر اس طور پر عمل پیرا ہو کہ کسی دوسرے مجتہد کے مذہب پر عمل کرنے کو جائز نہ سمجھتا ہو بلکہ لوگ تقلیدِ مطلق کرتے تھے یعنی جو بھی مفتی مجتہد ان کو میسر ہوتا اس سے اپنے روزمرہ کے مسائل پوچھ لیا کرتے تھے، جیسا کہ حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں صراحت فرمائی ہے:

''اعلم أن الناس كانوا قبل المائة الرابعة غير مجمعين على التقليد الخالص لمذهب واحد بعينه ----وبعد القرنين حدث فيهم شيء من التخريج غير أن أهل المائة الرابعة لم يكونوا مجتمعين على التقليد الخالص على مذهب واحد والتفقه له والحكاية لقوله كما يظهر من التتبع، بل كان فيهم العلماء والعامة وكان من خبر العامة أنهم كانوا في المسائل الإجماعية التي لا اختلاف فيها بين المسلمين وجمهور المجتهدين لا يقلدون إلا صاحب الشرع، وكانوا يتعلمون صفة الوضوء والغسل والصلاة والزكاة ونحو ذلك من آبائهم أو معلمي بلدانهم، فيمشون حسب ذلك، وإذا وقعت لهم واقعة استفتوا فيها أي مفت وجدوا من غير تعيين مذهب'' (حجة الله البالغة :۱/۱۵۲، ۱۵۳)

ترجمہ: جان لو کہ لوگوں کا چوتھی صدی ہجری سے پہلے کسی ایک معین مذہب کی تقلید پر اجماع نہیں تھا۔۔۔۔۔ دوصدیاں گزرنے کے بعد لوگوں میں تخریج کا سلسلہ شروع ہوا، البتہ چوتھی صدی تک کے لوگ کسی ایک مذہب کی تقلید محض پر، اسکی فقہ پر اور اسکے اقوال کو نقل کرنے پر اکٹھے نہیں تھے، جیسا کہ تتبع اور تلاش سے ظاہر ہوتا ہے، بلکہ لوگوں کے دو طبقے تھے ایک علماء کا دوسرا عوام الناس کا عوام کا حال یہ تھا کہ وہ ان اجماعی مسائل میں جن میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، یا جمہور مجتہدین کا اختلاف نہیں وہ صرف صاحبِ شریعت کی تقلید کرتے تھے، اور وضوء، غسل، نماز اور زکوۃ وغیرہ کے طریقے اور احکام اپنے والدین یا اپنے علاقوں کے معلمین اور اساتذہ سے سیکھتے تھے اور جب کوئی واقعہ رونما ہوتا تو لوگ بغیر کسی مذہب کی تعیین کے کسی بھی مفتی سے فتوی لے لیتے انتھی۔

پھر جب مذاہبِ فقہ اربعہ (حنفیت، مالکیت، شافعیت اور حنبلیت) ایک خاص شکل اور خاص نظم کے ساتھ مدون ہو گئے اور ان پر کتابیں لکھی گئیں اور یہ مذاہب لوگوں کے مابین مشہور ومعروف ہو گئے، اجتہادِ مطلق کے درجہ تک پہنچنا مشکل ہو گیا، علوم کی شاخیں بکثرت پھیل گئیں، لوگوں کی دینداری اور تقوی پر اعتماد گھٹنے لگا اور یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ ائمہ مذاہب کی طرف غلط اقوال منسوب ہونگے تو

دار الافتاء

چاروں مذاہب کے محققین فقہاء نے متفقہ طور پر چوتھی صدی ہجری میں اجتہادِ مطلق کا دروازہ بند ہونے کا اعلان کیا، اور لوگوں کو یہ باور کرایا کہ آج کے بعد فقط ان چار ائمہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرنی ہوگی اگر کوئی شخص اب مجتہدِ مطلق ہونے کا دعوی کرے گا اور اس دعوے کی بناء پر ایک نئے مذہب کو وجود دے گا تو اسکا دعوی اجتہاد مردود ہوگا اور اسکا مذہب مہجور ومتروک ہوگا، چنانچہ مقدمہ ابن خلدون میں نامور مؤرخ ابن خلدون فرماتے ہیں:

''ووقف التقليد في الأمصار عند هؤلاء الأربعة،ودرس المقلدون لمن سواهم وسد الناس باب الخلاف وطرقه لما كثر تشعب الاصطلاحات في العلوم ولما عاق عن الوصول إلى رتبة الاجتهاد،ولما خشي من إسناد ذلك إلى غير أهله،ومن لا يوثق برأيه ولا بدينه، فصرحوا بالعجز والإعواز،وردوا الناس إلى تقليد هؤلاء،كل من اختص به من المقلدين. وحظروا أن يتداول تقليدهم لما فيه من التلاعب ولم يبق إلا نقل مذاهبهم وعمل كل مقلد بمذهب من قلده منهم بعد تصحيح الأصول واتصال سندها بالرواية،لا محصول اليوم للفقه غيرهذاومدعي الاجتهادلهذا العهدمردود منكوص على عقبه مهجور تقليده. وقد صار أهل الإسلام اليوم على تقليد هؤلاء الأئمة الأربعة'' (مقدمه ابن خلدون: ۵۶۶/۱)

ترجمہ: اور تقلید کا سلسلہ ان چار ائمہ (امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) پر آکر رک گیا، اور دیگر مجتہدین کے مقلدین ختم ہوگئے، اور لوگوں نے بلا دلیل اختلاف اور اس کے راستے بند کردیے، جب علوم کی شاخیں بکثرت پھیل گئیں اور جب اجتہاد کے مرتبہ تک پہنچنا مشکل ہوگیا، اور جب اندیشہ پیدا ہوا کہ اجتہاد کی نسبت ایسے نااہلوں کی طرف ہوگی جن کی رائے اور دینداری قابل اعتماد نہیں ہوگی تو لوگوں نے اختلاف کا دروازہ اور راستے بند کردیئے اور ان ائمہ کے سامنے بے بس اور محتاج ہونے کا اعتراف کرلیا اور دوسروں کو بھی ان چار حضرات کی تقلید کی طرف متوجہ کیا اور ان کے مذاہب کی باری باری تقلید کرنے سے روکا کیونکہ یہ دین کے ساتھ کھلواڑ کا سبب ہے، اور صرف انہی حضرات کے مذاہب کو نقل کرنا رہ گیا اور ہر مقلد نے صرف اپنے امام کے مذہب کی تقلید شروع کی آج کل فقہ کا حاصل بس یہی ہے، اس زمانے میں اجتہادِ مطلق کا دعوی کرنے والے کی تردید کی جائے گی اور اسکی تقلید متروک ہوگی اور دورِ حاضر میں اہل اسلام ان چار ائمہ کی تقلید پر متفق ہوچکے ہیں انتھیٰ۔

لہذا جب اجتہاد کا دروازہ بند ہوگیا، اور یہی چار مذاہب تقلید کیلئے متعین ہوگئے اور ان میں سے ہر ایک مذہب مدون ہوکر کتابی شکل میں سامنے آگیا تو اب نہ تو تقلید کو بالکلیہ ترک کرنا جائز ہے اور نہ ہی ان چار مذاہب کے علاوہ کسی پانچویں مذہب کی تقلید جائز ہے خواہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا مذہب ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مرتبہ

CamScanner

دار الافتاء

یقیناًان چارائمہ سے بلند وبالا ہے اوریہی ہماراایمان ہے،لیکن چونکہ ان کواپنےعلم کو مدون کرنے اوراسکے اصول وفروع کو منضبط کرنے کا موقع نہ مل سکا اسلئے ان میں سے کسی کا مذہب مدون اورتحریری شکل میں منظر عام پرنہیں آیا،چنانچہ مذہب شافعیت کے بڑے محقق امام ابوزکریامحی الدین بن شرف النووی رحمہ اللہ اس بارے میں کچھ یوں رقم طراز ہیں:

''فعلى هذا يلزمه ان يجتهد في اختيار مذهب يقلده على التعيين ونحن نمهد له طريقا يسلكه في اجتهاده سهلا فنقول أولا ليس له ان يتبع في ذلك مجرد التشهي والميل إلى ما وجد عليه أباءه وليس له التذهب بمذهب أحد من ائمة الصحابة رضى الله عنهم وغيرهم من الاولين وان كانوا أعلم وأعلا درجة ممن بعدهم لانهم لم يتفرغوا لتدوين العلم وضبط اصوله وفروعه فليس لاحد منهم مذهب مهذب محرر مقرر وانما قام بذلك من جاء بعدهم من الائمة الناحلين لمذاهب الصحابة والتابعين القائمين بتمهيد أحكام الوقائع قبل وقوعها الناهضين بايضاح اصولها وفروعها كمالك وأبي حنيفة وغيرهما''

(المجموع شرح المهذب:۱/۸۸)

ترجمہ:بس اس بناء پرعامی پر لازم ہے کہ کسی معین مذہب کوتقلید کی خاطر اختیار کرنے کی کوشش کرے اور ہم اسکے لئے اس کوشش کا راستہ ہموار کرتے ہیں چنانچہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسکے لئے جائز نہیں کہ وہ محض اپنی خواہش اور اپنے باپ دادا کے طریقوں کی پیروی کرے اور نہ ہی اسکے لئے یہ جائز ہے کہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے مذہب کو اختیار کرے اگرچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بعد کے لوگوں سے زیادہ علم والے اور بلند مرتبہ والے تھے کیونکہ ان کو اپنےعلم کو مدون کرنے اور اسکے اصول وفروع کو منضبط کرنے کی فرصت نہیں ملی،یہی وجہ ہے کہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا مذہب تحریری شکل میں موجود نہیں ہے۔اس کام کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد آنے والے ائمہ نے کیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مذاہب کو حاصل کر چکے ہیں اوران تابعین نے جو واقعات کے وقوع سے پہلے ان واقعات کے احکام کا راستہ ہموار کر چکے ہیں، اور انکے اصول وفروع کو واضح کرنے والے ہیں جیسے امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ انتہی۔

جس طرح بالکلیہ ترکِ تقلید جائز نہیں اسی طرح تقلیدِ مطلق اور خروج عن المذہب بھی جائز نہیں کہ کوئی شخص بلاضرورتِ شدیدہ و عموم بلویٰ کسی مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب کو ترک کر کے دوسرے مذہب پر عمل کرے بلکہ تقلید شخصی واجب ہے خاص کر دورِ حاضر میں جبکہ ہر شخص سہولت پسند اور خواہش پرست بن چکا ہے تو اگر لوگوں کو اس بات کی کھلی چھوٹ دے دی جائے کہ جس مسئلہ میں جس مذہب پر چاہیں عمل کریں تو لوگ ہر مسئلے میں سہولت تلاش کرینگے اور کسی بھی امام کے قول کو لینے میں اپنی خواہش کو مدار بنائینگے کہ جہاں جو قول خواہش نفس کے موافق نہ ہو اسکو ترک کر دینگے،حالانکہ خواہش نفس کی پیروی کرنا حرام ہے،ایسی صورت میں تو مذاہب بس ایک کھلونا بن

CamScanner

دارالافتاء

جائینگے اور ہر شخص کا اپنا ایک الگ مذہب بن جائے گا اور پھر ایک وقت آئیگا کہ ایسے لوگ تقلید کا پھندا ہی گلے سے نکال پھینک دینگے بلکہ یہ اندیشہ ہے کہ مبادا ایسے لوگوں کو یہ احساس ہی نہ رہے کہ وہ شریعت کے مکلف اور پابند ہیں اور از خود حلت وحرمت اور وجوب وجواز کے فیصلے شروع کر دیں، ان مفاسد کی بناء پر تقلیدِ شخصی کے جواز بلکہ وجوب کا قول کیا گیا ہے جیسا کہ حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغۃ میں فرماتے ہیں:

''أن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا، وفي ذلك من المصالح ما لا يخفى لا سيما في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جداً، وأشربت النفوس الهوى وأعجب كل ذي رأي برأيه''(حجة الله البالغة:۱/۱۵۴)

ترجمہ: بے شک یہ چار مذاہب جو مدون اور تحریری شکل میں موجود ہیں پوری امت یا امت کے قابل اعتبار افراد کا ان کی تقلید کے جواز پر آج تک اجماع ہے اور اسمیں بہت سی مصلحتیں ہیں جو ڈھکی چھپی نہیں، خاص کر اس زمانے میں جبکہ ہمتیں بہت زیادہ پست ہوگئی ہیں اور نفوس کو خواہشات پلا دی گئی ہیں اور ہر صاحب رائے اپنی رائے پر مغرور ہے انتہیٰ۔

اسی طرح المجموع شرح المھذب میں امام ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی رحمہ اللہ تقلید شخصی کی اہمیت کو ان الفاظ میں واضح فرماتے ہیں:

''لو جاز اتباع أي مذهب شاء لأفضى إلى أن يلتقط رخص المذاهب متبعا هواه ويتخير بين التحليل والتحريم والوجوب والجواز وذلك يؤدى إلى إنحلال ربقة التكليف---- فعلى هذا يلزمه أن يجتهد في اختيار مذهب يقلده على التعيين''(المجموع:۱/۸۸)

ترجمہ: اگر کسی بھی من چاہے مذہب کی پیروی جائز ہوتی تو یہ اس بات کا سبب بنتی کہ مقلد خواہش نفس کی بناء پر تمام مذاہب کی سہولیات کو چن چن کر لے لے اور کسی چیز کو حلال یا حرام، واجب یا جائز قرار دینے میں خود مختار بن جائے جس کا نقصان یہ ہوگا کہ یہ مکلف اپنے گلے سے تکلیف کا پھندہ کھول دے گا----اس بناء پر لازم ہے کہ عامی کسی معین مذہب کی تقلید کو اختیار کرنے کی کوشش کرے انتہیٰ۔

جبکہ سیر اعلام النبلاء میں ہے:

''ومن تتبع رخص المذاهب، وزلات المجتهدين، فقد رق دينه، كما قال الأوزاعي أو غيره: من أخذ بقول المكيين في المتعة، والكوفيين في النبيذ، والمدنيين في الغناء، والشاميين في عصمة الخلفاء، فقد جمع الشر''(سير اعلام النبلاء:۷/۴۰۹)

CS CamScanner

دار الافتاء

ترجمہ: جو شخص مذاہب کی رخصتوں اور سہولیات اور مجتہدین کی لغزشوں کو تلاش کر کے (اس پر عمل کرنے لگا) تو اسکا دین کمزور ہو گیا جیسا کہ امام اوزاعی یا کسی اور کا قول ہے جس شخص نے متعہ کے بارے میں مکیین کے قول کو لیا، نبیذ کے بارے میں کوفیین کے قول کو، گانا گانے کے متعلق مدنیین کے قول کو اور خلفاء کی عصمت کے بارے میں شامیین کے قول کو لیا تو اس نے شر کو جمع کیا انتھیٰ۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر کسی نیک مقصد کے محض دیناوی اغراض اور خواہشات کی وجہ سے ایک مذہب چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرتا ہے تو فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ چونکہ اس نے دین و مذہب کو ہلکا لے لیا ہے اسلئے ایسے شخص کو سزا دی جائیگی، البتہ اگر کسی نیک مقصد اور غرض کی وجہ سے دلائل اور اجتہاد کی بنیاد پر ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرتا ہے تو اس کا یہ عمل محمود اور باعثِ اجر ہوگا، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’(قوله ارتحل إلى مذهب الشافعي يعزر) أي إذا كان ارتحاله لا لغرض محمود شرعا۔۔۔ ولو أن رجلا برىء من مذهبه باجتهاد وضح له كان محمودا مأجورا أما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من عرض الدنيا وشهوتها فهو المذموم الآثم المستوجب للتأديب والتعزير لارتكابه المنكر في الدين واستخفافه بدينه ومذهبه‘‘ (شامية: ۴/۸۰)

ترجمہ: اگر کسی حنفی نے امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کو اختیار کیا تو اسکو سزا دی جائیگی بشرطیکہ اس نے بغیر کسی نیک غرض کے وہ مذہب اختیار کیا ہو اور اگر کوئی شخص واضح دلائل واجتہاد کی روشنی میں اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرتا ہے تو یہ قابلِ ستائش اور باعث اجر ہوگا، رہی بات بغیر دلیل کے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی بلکہ دنیوی ساز و سامان اور خواہشات میں دلچسپی کی وجہ سے تو یہ قابل مذمت ہے، ایسا شخص گناہ گار اور سزا کا مستحق ہوگا کیونکہ اس نے منکر کا ارتکاب کیا ہے اور دین و مذہب کو حقیر جانا ہے انتھیٰ۔

اسی طرح شدید ضرورت کی بناء پر کسی مسئلے میں اپنا مذہب چھوڑ کر غیر کے مسلک پر فتوی دیا جائے تو اسکی گنجائش ہے جیسے متاخرین احناف نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے میں دینی ضرورت کی بناء پر اپنا مذہب چھوڑ کر شافعیہ کے مذہب کے مطابق جواز کا فتویٰ دیا ہے ایسے ہی اگر عموم بلویٰ کی بناء پر اپنے مذہب سے خروج کیا جائے تو اسکی بھی گنجائش ہے جیسا کہ متاخرین احناف نے مسئلہ ظفر بالدین میں اپنا مذہب چھوڑ کر شافعیہ کے مذہب کے مطابق فتوی دیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ کسی خاص مسئلہ میں اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرے مذہب پر فتوی دینے کیلئے ضروری ہے کہ یا تو اپنے مذہب پر عمل کرنے میں نا قابل برداشت حرج ہو اور شدید ضرورت ہو یا عموم بلویٰ ہو۔ جاننا چاہئے کہ مسلکِ غیر پر فتوی دینے کی ضرورت شدیدہ اور عموم بلویٰ کا تحقق مجتہدین فی المذہب کے کہنے سے ہوگا، کسی ایک مفتی کا اپنی رائے پر یا صرف ضرورت وعموم بلویٰ کے وہم پر اکتفاء کر لینا کافی نہیں ہوگا، اور یہ بات واضح رہے کہ عصر حاضر میں مجتہد فی المذہب کا وجود بہت مشکل ہے بلکہ آجکل تو مفتی درحقیقت صرف ناقل

CamScanner

دارالافتاء

فتاوی ہوتا ہے اس کا کام بس مجتہدین مفتیان کے اقوال اور فتاوی کو نقل کر کے مستفتی وسائل کے سپرد کرنا ہوتا ہے جیسا کہ محقق احناف امام کمال الدین ابن الہمام رحمہ اللہ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب فتح القدیر میں اس بات کو ان الفاظ میں واضح فرمایا ہے:

''وقد استقر رأي الأصوليين على أن المفتي هو المجتهد، وأما غير المجتهد ممن يحفظ أقوال المجتهد فليس بمفت، والواجب عليه إذا سئل أن يذكر قول المجتهد كأبي حنيفة على جهة الحكاية، فعرف أن ما يكون في زماننا من فتوى الموجودين ليس بفتوى، بل هو نقل كلام المفتي ليأخذ به المستفتي'' (فتح القدیر: ۲۳۸/۷)

ترجمہ: اصولیین کی رائے اس بات پر جم گئی ہے کہ مجتہد ہی درحقیقت مفتی ہوتا ہے اور رہا غیر مجتہد مفتی جو مجتہدین کے اقوال یاد کرتا ہے تو وہ مفتی نہیں ہے اور اس پر لازم ہے کہ جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ کسی مجتہد مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو حکایت کے طور پر ذکر کرے، بس معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں موجود مفتیان کے فتاوی فتوی نہیں ہے بلکہ مجتہد مفتی کی بات کو نقل کرنا ہے تا کہ سائل اس پر عمل کرے انتہیٰ۔

لیکن اگر مفتی کا مقصد محض سہولت ورخصت ہو اور بغیر کسی ضرورت اور عموم بلوئی کے وہ مذہب سے خروج کرتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے بلکہ مذہب کے اندر رہتے ہوئے کسی مرجوح یا ضعیف قول پر بھی بلاضرورت فتوی دینا جائز نہیں ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے شرح عقود رسم المفتی میں صراحت فرمائی ہے:

''ان الواجب على من اراد أن يعمل لنفسه أويفتي غيره أن يتبع القول الذى رجحه علماء مذهبه فلايجوز له العمل أوالإفتاء بالمرجوح إلا فى بعض مواضع، كما سيأتى فى النظم وقد نقلوا الإجماع على ذلك'' (شرح عقود رسم المفتی: ۸)

ترجمہ: جو شخص کسی حکم پر خود عمل کرنا چاہتا ہے یا کسی اور کو فتوی دینا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قول کی پیروی کرے جسکو اسکے مذہب کے فقہاء نے راجح قرار دیا ہے، لہٰذا اسکے لئے مرجوح قول پر عمل کرنا یا فتویٰ دینا جائز نہیں سوائے چند صورتوں کے اور اس بات پر اجماع منقول ہے انتہیٰ۔

اور اپنی اس بات کی دلیل میں کہ مرجوح قول پر فتوی دینے یا خود عمل کرنے کے عدم جواز پر اجماع ہے دیگر مذاہب کے محققین کی عبارات ذکر فرمائی، چنانچہ برہان الدین علی بن ابراہیم یعمری مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب کتاب الاصول میں فرماتے ہیں:

''من لم يطلع على المشهور من الروايتين أو القولين فليس له التشهي والحكم بما شاء منهما من غير نظر فى الترجيح'' (شرح عقود رسم المفتی: ۹)

ترجمہ: جس شخص کو دو روایتوں میں سے مشہور روایت یا دو قولوں میں سے مشہور قول کا علم نہ ہو تو اسکے لئے جائز نہیں ہے کہ ترجیح میں غور کئے بغیر محض اپنی خواہش اور اپنی مرضی کے مطابق دونوں میں سے کسی پر فیصلہ کرے۔

CamScanner

اسی طرح امام تقی الدین ابو عمرو ابن الصلاح شافعی اپنی کتاب آداب المفتی میں فرماتے ہیں:

''اعلم أن من يكتفي بأن يكون فتواه أو عمله موافقا لقول أووجه في المسئلةو يعمل بما شاء من الأقوال والوجوه من غير نظر في الترجيح فقد جهل وخرق الإجماع''

ترجمہ: جان لو کہ جو شخص اس بات پر اکتفاء کرے کہ اس کا فتوی یا اس کا عمل اُس مسئلہ میں موجود کسی بھی قول یا وجہ کے موافق ہو اور ترجیح میں غور کئے بغیر جس قول یا وجہ پر چاہئے عمل کرے تو یہ اس شخص کی نادانی ہے اور اجماع کی مخالفت ہے انتہیٰ۔

جہاں تک مسئولہ صورتوں کی بات ہے کہ لوگ ایسی قسمیں کھالیتے ہیں یا ایسی نذر مان لیتے ہیں کہ پھر پورا کرنا انکے بس میں نہیں ہوتا، یا طلاق کو ایسی بات پر معلق کر لیتے ہیں کہ اگر وہ بات پوری ہو جائے تو بیوی کو طلاق ہو جائیگی اور اگر وہ بات پوری نہ ہو تو بیوی اذیت میں پڑ جاتی ہے، جیسے شوہر بیوی سے کہے کہ اگر تم نے اپنے والد یا بیٹے کے گھر میں قدم رکھا تو تجھے طلاق، تو چونکہ ان صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں مسلکِ غیر پر فتوی دینے کے جواز کی ذکر کردہ شرائط (یا تو عموم بلویٰ ہو، یا پھر اپنے مذہب پر عمل کرنے میں نا قابلِ برداشت حرج اور مسلکِ غیر پر فتوی دینے کی شدید ضرورت ہو اور یہ سب محض تشہّی اور ذاتی چاہت کی بناء پر نہ ہو) میں سے کوئی بھی شرط نہیں پائی جارہی نہ تو ان صورتوں میں عموم بلوی ہے کیونکہ سوال میں مذکور افعال فاعل مختار کے اپنی مرضی اور خوشی سے کئے ہوئے افعال ہیں، جن سے اجتناب میں نہ تو کوئی حرج ہے اور نہ ہی ان افعال کا ارتکاب کوئی ضروری امر ہے۔ اسلئے ان صورتوں میں کسی حنفی مفتی کیلئے دوسرے مسلک کے قول پر فتوی دینا جائز نہیں ہوگا، نیز بجائے اسکے کہ ان حالات کی نزاکت کو دیکھ کر عامۃ الناس کی سہولت وآسانی کی خاطر محض خواہش نفس کی بنیاد پر اپنے مذہب سے خروج کیا جائے جبکہ نذرِ معلق اور حلف علی المعصیہ کی ممانعت بھی نصوص میں وارد ہوئی ہے، ان حالات کے اسباب پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

من جملہ ان اسباب کے ایک بڑا سبب لوگوں کی اہل اللہ اور اہل علم سے دوری ہے جسکی وجہ سے لوگ ایسی احمقانہ قسمیں اٹھاتے ہیں، نذر ما لا یطاق مان لیتے ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر بیویوں کو طلاق کی دھمکیاں یا طلاق دے بیٹھتے ہیں، لہذا لوگوں کی اصلاح اور ان حالات کو پیدا کرنے والے اسباب کا ازالہ کرنا اشد ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
[illegible] ١٤٤٥ھ

کتبہ: برہان گل

متخصص جامعۃ دارالعلوم یاسین القرآن

دارالافتاء

18 OCT 2023

رئیس دارالافتاء
المفتی السید نجم المحسن الامروہوی
جامعۃ دارالعلوم یاسین القرآن